❁❁❁ تقریر ❁❁❁

تقریر بابت سیرت رسولؐ
وقت5-7منٹ

اَلثِّقَةُ كَنْزِیْ (حضرت محمدؐ)

وثوق میرا خزانہ ہے

(تقریر نمبر6)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا-وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا-وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا

(الاحزاب:46-48)

کہ اے نبی! یقیناً ہم نے تجھے ایک شاہد اور ایک مبشّر اور ایک نذیر کے طور پر بھیجا ہے اور اللہ کی طرف اُس کے حکم سے بلانے والے اور ایک منور کر دینے والے سورج کے طور پر اور مؤمنوں کو خوشخبری دے دے کہ (یہ) ان کے لئے اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے۔

دنیا کو وہ دکھایا جو دیکھا نہ فلک نے
دنیا بدل کے رکھ دی وہ نظارہ ہے آپؐ کا

معزز سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے متعلق بتائے ہوئے بیس اوصاف پر تقاریر کا سلسلہ جاری ہے۔ آج اس سلسلہ کی چھٹی تقریر ہے۔ جس کا عنوان ہے "اَلثِّقَةُ كَنْزِیْ" کہ وثوق میرا خزانہ ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مَیں نے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی سیرت کے حوالہ سے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا:

اَلْمَعْرِفَةُ رَاسُ مَالِیْ وَالْعَقْلُ اَصْلُ دِیْنِیْ، وَالْحُبُّ اَسَاسِیْ، وَالشَّوْقُ مَرْکَبِیْ، وَذِکْرُ اللّٰہِ اَنِیْسِیْ، وَالثِّقَةُ كَنْزِیْ، وَالْحُزْنُ رَفِیْقِیْ، وَالْعِلْمُ سَلَاحِیْ، وَالصَّبْرُ رِدَائِیْ، وَالرِّضَاءُ غَنِیْمَتِیْ وَالْعِجْزُ فَخْرِیْ، وَالزُّھْدُ حِرْفَتِیْ، وَالْیَقِیْنُ قُوَّتِیْ، وَالصِّدْقُ شَفِیْعَتِیْ، وَالطَّاعَةُ حَسْبِیْ، وَالْجِھَادُ خُلُقِیْ وَقُرَّةُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ وَثَمْرَةُ فُؤَادِیْ فِیْ ذِکْرِہٖ وَغَمِّیْ لِاَجَلِ اُمَّتِیْ وَشَوْقِیْ اِلٰی رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ

(الشِّفَاءِ لقاضی عیاض بن موسیٰ صفحہ 81)

کہ معرفت میرا سرمایہ ہے اور عقل میرے دین کی بنیاد ہے اور محبت میری اساس ہے اور شوق میری سواری ہے اور ذکرِ الٰہی میرا مونس ہے اور وثوق میرا خزانہ ہے اور غم میرا رفیق اور علم میرا ہتھیار ہے، صبر میری چادر ہے، رضا میری غنیمت اور عاجزی میرا فخر ہے اور زُہد میرا پیشہ اور یقین میری قوت اور صدق میرا شفیع اور اطاعت میرا حسب، جہاد میرا اخلق اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے، ذکرِ الٰہی میرے دل کا پھل ہے اور میرا غم میری امت کے لئے ہے اور میرا اشوق اپنے ربّ عزّوجلّ کی طرف ہے۔

سامعین! آج کی تقریر میں آپ سامعین کی آسانی کے لیے دونوں الفاظ کو جاننا اور سمجھنا ضروری ہے۔ اَلثِّقَةُ اور کَنْزٌ دونوں الفاظ عربی زبان سے لیے گئے ہیں۔ کنز اردو میں بھی مستعمل ہے۔ لفظِ ثِقہ۔ اعتماد، اعتبار، پختگی کو کہتے ہیں۔ اگر اَلثِّقَةُ کو بطور صفت کے استعمال کریں تو معتبر، معتمد اور قابل اعتبار شخص کے ہوں گے جبکہ کنز، خزانہ، گودام، ذخیرہ، گنجینہ اور اسٹور کے ہیں اور جو اِس اسٹور اور گودام میں ہو اُسے مخزون کہیں گے یعنی شاملِ خزانہ۔ خزینہ کی جمع خزائن ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے مجموعہ کو بھی "روحانی خزائن" کا نام دیا گیا ہے۔

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب مَیں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

قرآن کریم بھی ایک بہت بڑا خزینہ ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

ہے خزائن سے بھری کامل شریعت آپؐ کی
آخری ہے اب، قیامت تک صحیفہ آپؐ کا

سامعین! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کو اس خوبی اور وصف کے آئینہ میں دیکھیں تو آپؐ مصمَّم اور پکے ارادے والے، مضبوط قویٰ، پُر اعتماد، عزم بالجزم اور قوت فیصلہ کے مالک تھے۔ آپؐ فیصلہ کرنے میں جلدی کرتے اور اس پر فوراً عمل کرنے والے تھے۔ ہم انگلش میں اسے Quick and prompt decision بولتے ہیں. جس کے اپنے تو معترف تھے ہی غیر بھی معترف رہے اور ابھی بھی ہیں۔

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی عمر کا ہی مطالعہ کریں جب آپؐ توحید باری تعالیٰ کا پرچار کرنے کے لیے مکہ کی وادی میں جب نکلے تھے تو آپؐ کو بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مخالفین نے بہت سی روکیں آپؐ کے راستہ میں کھڑی کیں۔ بلکہ آپؐ پکے ارادہ کے ساتھ تمام رکاوٹوں کو عبور کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے۔ ابتدا میں آپؐ نے قوتِ یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے نام کی تبلیغ شروع کی تو کفارِ مکہ کو یہ بات بہت بُری لگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پختہ عزم اور وثوق کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذریعے اپنے عزیز و اقارب کی دعوت کی۔ جب کوئی خاطر خواہ اور حوصلہ افزا جواب نہ ملا تو آپؐ پیچھے نہ ہٹے بلکہ اپنے عزیزوں میں اور بعد میں خاندان سے باہر اللہ کے نام کی تبلیغ کرتے نظر آئے۔ جب کفار نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پیغام سے باز نہیں آرہے تو یہ اکٹھے ہو کر آپؐ کے چچا کے پاس آئے کہ اپنے بھتیجے کو روکیں۔ جب آپؐ کے چچا حضرت ابو طالب نے آپؐ کو منع کرنے کی کوشش کی تو اِس پُر اعتماد انسان کا وثوق کے ساتھ جواب سنیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ اے چچا! اگر یہ میرے دائیں ہاتھ پر جلتا ہوا سورج اور بائیں ہاتھ پر تپتا ہوا چاند بھی رکھ دیں تو مَیں تب بھی اپنے اللہ کے پیغام پہنچانے سے باز نہیں آؤں گا۔

کفارِ مکہ کی جب یہ تدبیر بھی کارگر ثابت نہ ہوئی یا یوں کہہ لیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزم بالجزم کے سامنے فیل ہوگئی تو یہ خود اس عزم اور ثقہ کے پیکر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حاضر ہوئے اور یوں گویا ہوئے کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ مال و متاع کے متمنی ہیں تو ہم وہ آپ کو دینے کو تیار ہیں اگر آپ حکومت چاہتے ہیں تو وہ بھی ہم آپ کی خواہش پوری کر دیتے ہیں اور اگر آپ عرب کی خوبصورت لڑکی سے شادی کے خواہاں ہیں تو آپ کی یہ خواہش بھی پوری کروا دیتے ہیں مگر آپ ہمارے بتوں کو بُرا بھلا کہنا اور اپنے ایک خدا کا پرچار کرنا چھوڑ دو۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام امور کو یکسر ردّ کر دیا اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی صدائیں بلند کرنے میں مصروف نظر آئے۔

تبلیغ میں اذیتوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مستحکم عزم کی بات چلی ہے تو عبادت کے دوران آپؐ کی کمر پر بھاری بھرکم اونٹنی کی گندی بچہ دانی رکھنا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ کی خاطر اسے برداشت کرنا بھی آپؐ کے پکے اور مضبوط عزم کی علامت ہے۔

سامعین! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ثِقہ ہونے کی تائید میں ایک واقعہ حِلفُ الفضول کا پیش کیا جاسکتا ہے۔ جب ایک بدو آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر استدعا کرتا ہے کہ ابوجہل نے میرے پیسے مار رکھے ہیں وہ دیتا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم حلف الفضول معاہدہ کے تحت لے دیں۔ آپؐ نے اُسی وقت اپنا رخ ابوجہل کے گھر کی طرف کیا اور اُسے اِس بدو کی رقم واپس کرنے کو کہا۔ ابوجہل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس درخواست کو حکم سمجھتے ہوئے گھر کے اندر گیا اور جاکر پیسوں کی وہ تھیلی لا دی۔ جب کفارِ مکہ نے ابوجہل پر لعن طعن کی تو اس نے جواباً کہا کہ مَیں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دائیں بائیں دو خونخوار اونٹ کھڑے دیکھے تھے جو مجھ پر حملہ کرنے کو تیار تھے۔ مَیں نے تو ان کے ڈر سے رقم لا کر واپس کر دی۔ حقیقت میں ڈر اور خوف حضرت محمدؐ کے اُس وثوق کا تھا۔ جس کے آپؐ حامل بنائے گئے تھے۔

سامعین! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزم بے مثال کی ایک مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ جنگ احد میں جب بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے مدینہ سے باہر نکل کر دشمنوں کا مقابلہ کرنے کا مشورہ دیا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس مشورہ پر ہتھیار پہن کر مدینہ سے روانہ ہونے لگے۔ تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور وہ

معذرت خواہ ہوئے کہ باہر نکل کر نہیں مدینہ میں ہی رہ کر دشمن کا مقابلہ کرنا بہتر ہوگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا شان سے فرمایا کہ نبی ہتھیار پہن کر اُتارتا نہیں۔ یہ تھا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ثقہ بند عزم پھر تذبذب کیسا؟

(سیرت ابن ہشام جلد 3 صفحہ 6)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے یا جانی نقصان پہنچانے کے لیے اگر دشمن آتا تو صحابہ پریشان ہوتے۔ اس کو روکنے کی کوشش کرتے۔ اس کے ارد گرد گھیرا ڈال لیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اطلاع دی جاتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کسی ڈر اور خوف کے صحابہ سے کہتے ہیں کہ اِسے آنے دو اور وہ اندر آتے ہی رام ہو جاتا اور نُصِرتُ بِالرُّعبِ کا نظارہ دیکھنے کو ملتا۔ جنگ احد کے موقع پر جب آقا و مولیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زخمی تھے۔ زخم سے خون رِس رہا تھا تو ایک مخالف اسلام ابی بن خلف یہ کہتے ہوئے آگے بڑھا کہ اگر مَیں آج محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل نہ کروں تو میری زندگی عبث ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسے روکنا چاہا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِسے آنے دو۔ قبل اس کے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نیزے سے اس کی گردن پر وار کیا۔ جب وہ چیختا چلاتا واپس ہوا تو لوگوں نے کہا واویلا کیوں کرتے ہو۔ معمولی سا تو زخم ہے تو کہنے لگا یہ معمولی زخم نہیں۔ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا لگایا ہوا زخم ہے۔

(سیرت ابن ہشام جلد 3 صفحہ 89)

سامعین! ایک اور واقعہ جس سے ہمیں آپؐ کے مضبوط قویٰ اور قوّتِ فیصلہ کا پتہ چلتا ہے وہ کچھ یوں ہے کہ غزوہ اُحد کے اگلے دن جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کے ہمراہ مدینہ پہنچے تو آپؐ کو یہ اطلاع ملی کہ کفار مکّہ دوبارہ مدینہ پر حملہ آور ہونے کی تیاری کر رہے ہیں کیونکہ بعض قریش ایک دوسرے کو یہ طعنے دے رہے تھے کہ نہ تو تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کیا۔ (نعوذ باللہ)۔ اور نہ مسلمان عورتوں کو لونڈیاں بنایا اور نہ ان کے مال و متاع پر قبضہ کیا۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن کے تعاقب کا فیصلہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا اعلان فرمایا کہ ہم دشمن کا تعاقب کریں گے اور اس تعاقب کے لئے میرے ساتھ صرف وہ صحابہؓ شامل ہوں گے جو گزشتہ روز غزوۂ اُحد میں شامل ہوئے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد۔ ذکر عدد مغازی رسول اللہ۔ غزوۃ رسول اللہؐ حمراء الاسد)

ایسی حالت میں جب آپؐ خود بھی زخمی تھے اور صحابہؓ کی اکثریت بھی زخمی تھی۔ آپؐ نے اپنے سے بڑے دشمن کے تعاقب کا فیصلہ کیا اور صحابہؓ میں بھی یہ روح پھونکی کہ شجاعت دکھاؤ گے تو کامیابیاں حاصل کرو گے۔ آپؐ کا یہ جرأتمندانہ فیصلہ ایسا تھا کہ جس نے دشمن کو پریشان کر دیا اور وہ جو دوبارہ حملے کی سوچ رہا تھا جب اس نے دیکھا کہ ہمارا تعاقب کیا جارہا ہے تو وہیں سے واپس مکّہ کی طرف مڑ گیا۔

سامعین! آپؐ کے مضبوط قویٰ اور عزم بالجزم کے غیر بھی معترف رہے۔ بلیو آئرونگ لکھتا ہے کہ

"آخری پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہایت سادہ مزاج اور بے مثل خلیق تھے۔ آپ کے دماغی اوصاف غیر معمولی اور آپ کی قوت متخیلہ اعلیٰ درجہ کی تھی۔ آپ بہت تیز فہم تھے۔ طبیعت انکسار پسند تھی۔ گفتگو نہایت سنجیدہ قلیل الالفاظ اور کثیر المعانی ہوتی تھی۔ بڑے پرہیزگار اور نیک تھے۔ آپ اپنی وفات تک مذہبی سرگرمی اور گمراہوں کو ہدایت دینے میں مصروف رہے۔"

اِسی طرح کاؤنٹ ٹالسٹائی لکھتا ہے کہ

"حضرت محمد ایک اولوالعزم اور مقدس ریفارمر تھے۔ انہوں نے گمراہوں کو بت پرستی سے روکا اور افعال قبیحہ سے منع کیا۔ خدائے واحد کی عبادت اور پرستش کی پاکیزہ تعلیم دی۔ اخوّت، ہمدردی اور مساوات کے سبق سے ان کے دلوں کو لبریز کر دیا۔ غارت گری اور خون ریزی کو ممنوع قرار دیا۔ آپ دنیا میں مصلح عظیم بن کر آئے تھے اور آپ نے ایک ایسی برگزیدہ قوت پائی جاتی تھی۔ جو قوت بشری سے بہت زیادہ اعلیٰ وارفع ہے۔"

سامعین! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تدبُّر اور آپؐ کی قوّتِ فیصلہ کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ آپؐ جن اصولوں کے داعی بن کر اٹھے اگرچہ انفرادی و اجتماعی زندگی کا ہر گوشہ ان کے احاطہ میں آتا تھا، لیکن آپؐ نے اپنے کسی اصول کے معاملہ میں کبھی کوئی لچک قبول نہیں فرمائی۔ نہ دشمن کے مقابل میں، نہ کسی دوست کے مقابل میں۔ آپؐ کو سخت سے سخت حالات سے بھی گزرنا پڑا۔ لیکن آپؐ کی پوری زندگی گواہ ہے کہ آپؐ نے کسی سختی سے دب کر، کسی اصول کے معاملہ میں کوئی سمجھوتا گوارا نہیں فرمایا۔ اسی طرح آپؐ کے سامنے پیش کشیں بھی کی گئیں اور آپؐ کو مختلف قسم کی دینی اور دنیوی مصلحتیں بھی سمجھانے کی کوشش کی گئی، لیکن ان چیزوں میں سے بھی

کوئی چیز آپؐ کو متاثر یا مرعوب نہ کر سکی۔ چنانچہ آپؐ جب دنیا سے تشریف لے گئے تو اس حال میں تشریف لے گئے کہ آپؐ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی ہر بات اپنی جگہ پر پتھر کی لکیر کی طرح ثابت و قائم تھی۔ دنیا کے مُدبّروں اور سیاست دانوں میں سے کسی ایسے مدبّر اور سیاست دان کا نشان آپؐ نہیں دے سکتے جو اپنے دو چار اصولوں کو بھی دنیا میں برپا کرنے میں اتنا مضبوط ثابت ہو سکا ہو کہ اس کی نسبت یہ دعویٰ کیا جا سکے کہ اُس نے اپنے کسی اصول کے معاملہ میں کمزوری نہیں دکھائی یا کوئی ٹھوکر نہیں کھائی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پورا نظام زندگی کھڑا کر دیا جو اپنی خصوصیات کے لحاظ سے زمانہ کے مذاق اور رجحان سے اتنا بے جوڑ تھا کہ وقت کے مُدبّرین اور ماہرینِ سیاست اس انوکھے نظام کے پیش کرنے کے سبب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ دیوانہ کہتے تھے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس نظامِ زندگی کو عملاً دنیا میں برپا کر کے ثابت کر دیا کہ آپؐ کے فیصلے درست تھے۔

صرف یہی نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ذاتی مفاد یا مصلحت کی خاطر اپنے کسی اصول میں کوئی ترمیم فرمائی، بلکہ اپنے پیش کردہ اصولوں کے لیے بھی اپنے اصولوں کی قربانی نہیں دی۔ اصولوں کے لیے جان اور مال اور دوسری تمام محبوبات کی قربانی دی گئی، ہر طرح کے خطرات برداشت کیے اور ہر طرح کے نقصانات گوارا کیے، لیکن اصولوں کی ہر حال میں حفاظت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی پوری زندگی میں یہ کہنے کی نوبت کبھی نہیں آئی کہ مَیں نے دعوت تو دی تھی فلاں اصول کی، لیکن اب حکمت عملی کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو چھوڑ کر اس کی جگہ پر فلاں بات بالکل اس کے خلاف اختیار کر لی جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”ایک وقت ہے کہ آپؐ فصاحت بیانی سے ایک گروہ کو تصویر کی صورت حیران کر رہے ہیں۔ ایک وقت آتا ہے کہ تیر و تلوار کے میدان میں بڑھ کر شجاعت دکھاتے ہیں۔ سخاوت پر آتے ہیں تو سونے کے پہاڑ بخشتے ہیں۔ حلم میں اپنی شان دکھاتے ہیں تو واجب القتل کو چھوڑ دیتے ہیں۔ الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے نظیر اور کامل نمونہ ہے جو خدا تعالیٰ نے دکھا دیا ہے۔ اس کی مثال ایک بڑے عظیم الشان درخت کی ہے جس کے سایہ میں بیٹھ کر انسان اس کے ہر جزو سے اپنی ضرورتوں کو پورا کر لے۔ اس کا پھل، اس کا پھول اور اس کی چھال، اس کے پتے غرضیکہ ہر چیز مفید ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عظیم الشان درخت کی مثال ہیں جس کا سایہ ایسا ہے کہ کروڑہا مخلوق اس میں مرغی کے پروں کی طرح آرام اور پناہ لیتی ہے۔ لڑائی میں سب سے بہادر وہ سمجھا جاتا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتا تھا۔ کیونکہ آپؐ بڑے خطرناک مقام میں ہوتے تھے۔ سبحان اللہ! کیا شان ہے۔ اُحد میں دیکھو کہ تلواروں پر تلواریں پڑتی ہیں ایسی گھمسان کی جنگ ہو رہی ہے کہ صحابہؓ برداشت نہیں کر سکتے مگر یہ مردِ میدان سینہ سپر ہو کر لڑ رہا ہے۔ اس میں صحابہؓ کا قصور نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بخش دیا بلکہ اس میں بھید یہ تھا کہ تا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت کا نمونہ دکھایا جاوے۔ ایک موقع پر تلوار پر تلوار پڑتی تھی اور آپؐ نبوت کا دعویٰ کرتے تھے۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 84 جدید ایڈیشن)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو خاتم الانبیاء ہیں، ان میں تو یہ وصف تمام انسانوں سے بلکہ تمام نبیوں سے بھی بڑھ کر تھا۔ جس کی مثالیں نہ اُس زمانے میں ملتی تھیں، نہ آئندہ زمانوں میں مل سکتی ہیں۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر موقع پر جرأت کا مظاہرہ کیا ہے تاریخ میں کسی لیڈر کی ایسی مثال نظر نہیں آتی بلکہ سوواں، ہزارواں حصہ بھی نظر نہیں آتی۔ انتہائی مشکل حالات میں بھی قوم کا حوصلہ بلند رکھنے کے لئے، اپنے ساتھیوں کا حوصلہ بلند رکھنے کے لئے، ان کو صبر اور استقامت اور جرأت اور اللہ تعالیٰ پر توکل کی تلقین نہ کی ہو اور خود آپؐ کا عمل یہ تھا کہ اگر تنہا بھی رہ گئے اور دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں تب بھی کبھی کسی قسم کے خوف کا اظہار نہیں کیا۔“

(خطبہ جمعہ 22 اپریل 2005ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عزم بالجزم عطا فرمائے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

(کمپوزڈ: مسز عطیۃ العلیم۔ ہالینڈ)